الف لیلہ کی کردار نگاری: بحوالہ مترجمہ رتن ناتھ سرشار

Characterization of Alif Laila: Translated by Ratnath Sarshar

Dr. Asifa Izzatullah
Assistant Professor of Urdu, Minhaj University Lahore
asifaizzat.urdu@mul.edu.pk

Abstract:
The article by Ratan Nath Sarshar examines Alif Laila (The Arabian Nights) as a narrative corpus that presents a rich diversity of characters, encompassing royalty, merchants, magicians, tricksters, and ordinary individuals. These figures are constructed in striking moral and social contrasts—virtue and vice, loyalty and betrayal, power and vulnerability—offering a nuanced reflection of human nature and societal structures. While many characters possess larger-than-life qualities, their emotional depth, including love, fear, ambition, and hope, renders them relatable. Central to the narrative is Scheherazade, whose strategic use of storytelling demonstrates intelligence, courage, and the redemptive potential of narrative art. Sarshar's analysis highlights how Alif Laila integrates elements of fantasy with cultural and moral instruction, illustrating the interplay between personal agency, ethical choices, and destiny.

Keywords: Arabian nights, Characters, loyalty, betrayal, moral instruction, ethical choices, destiny

داستان ہماری ادبی روایت کا اہم حصہ ہیں یہ کسی بھی قوم کی آئینہ دار ہوتی ہیں۔ اردو ادب میں داستان کو بہت مقبولیت ملی۔ قصہ کہانی سننا انسان کی سرشت میں شامل ہے۔ زمانۂ قدیم سے یہ فن رائج ہے داستان افسانوی ادب کی قدیم ترین صنف ہے۔ صدیوں تک اس کا بول بالا رہا ہے۔ داستان میں مافوق الفطرت عناصر اور دوسرے لوازمات کی مدد سے قصہ در قصہ کہانی بیان کی جاتی ہے۔

داستان کا مرکزی حصہ انسانی زندگی سے گہرا تعلق اور ربط رکھتا ہے لیکن یہ تعلق نزدیک کا نہیں بلکہ دُور کا ہوتا ہے کیونکہ داستانیں ہمیں جس زندگی کی جیتی جاگتی تصاویر دِکھاتی ہیں اس کا تعلق حال کے بجائے ماضی سے زیادہ ہوتا ہے اِس لیے داستان کے بنیادی کردار، جن سے کہانی میں حُسن اور ربط پیدا ہوتا ہے اور جو سامعین کی توجہ کا مرکز بھی بنتے ہیں دیکھنے اور سننے والوں کے ذہن اور ہوش سے بالاتر ہوتے ہیں۔ داستان میں ایک ایسی دُنیا تخلیق ہو کر ہمارے سامنے آتی ہے، جو محض خیالی ہوتی ہے اور اس کا حقیقی دُنیا سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ داستان میں اگر حقیقی دُنیا کے لوگ اور چیزوں کا بیان ہو تو داستان کی فضا برقرار نہیں رہتی اسی لیے داستان کا پلاٹ بھی قریب و حال کے واقعات کے بجائے ماضی و بعید کے واقعات سے وجود میں آتا ہے اور یہی چیز داستان کے حُسن میں اضافہ کرتی ہے۔

داستان سے اثر آفرینی اور معنی خیزی حاصل ہوتی ہے۔ داستان گوئی کی تاریخ میں اگر لوک داستانوں کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ ان میں جذبۂ فرار پایا جاتا ہے اور یہی ان داستانوں کا نفسیاتی پہلو ہے۔ لوک داستانوں میں ایسے کردار پیش کیے جاتے ہیں، جو زندگی کے ناگوار حقائق سے فرار کے عجیب و غریب راستے ڈھونڈتے ہیں۔ اِس پہلو کی ڈاکٹر گیان چند نے مزید وضاحت کچھ یوں کی ہے:

> "داستانوں کے فروغ میں ایک فراری جذبہ بھی کارفرما ہوتا تھا۔ ان کی دُنیا سپنوں کا سنسار تھی جو تلخیوں سے پناہ دیتی تھی۔ یہاں پہنچ کر بے بسی اور بے کسی سے خلاصی ہو جاتی تھی۔ یہاں کوئی بلا موجود نہ تھی، جو تھیں

انھیں زیر کر لیا گیا تھا۔ ہیر اور اس کے رفیقوں کی فتح داستان کے سامعین کی فتح ہے۔۔۔ تخیل کو ہر قسم کی آزادی دے دی گئی تھی۔ داستان کے ہیرو میں تمام اوصاف جمع کر دیئے جاتے تھے۔ سننے والوں کے منہ میں پانی بھر آتا۔ زندگی میں جو کچھ انھیں مرغوب تھا، جس کی حسرت تھی وہ سب داستانوں میں موجود تھا۔ پریوں جیسا حُسن، رستم جیسی شجاعت، عشق کے معاملے اور پھر وصل کے محاکاتی بیان۔ ایک حسین و لذیذ خواب تھا، جس میں وہ کھو جاتے تھے۔ شیخ چلی کے منصوبوں کی طرح خیال ہی خیال میں تمام دولت و عشرت حاصل ہو جاتی تھی۔"(۱)

یوں داستان گوئی کی اس شعریات اور جذبۂ فراریت کا جائزہ لیں تو اس ضمن میں عربی کی شہرہ آفاق تصنیف "الف لیلہ" کا نام سرِفہرست آتا ہے۔ "الف لیلہ" کی حکایات کی اساس، فارسی کتاب "ہزار افسانہ" پر قائم ہے۔ "الف لیلہ" کی بنیادی اور نمایاں خصوصیت، زبان سرائی تھی۔ ان کہانیوں میں عام فہم فراست اور عقل کی سرد منطق سے ہٹ کر ایک ایسی دُنیا کی سیر و سیاحت ہے جس میں جگہ جگہ واہمات ہی اصل حقیقت کا روپ اختیار کرتے ہیں۔ داستان کا یہ پہلو رُمانوی ادب کے حق میں ایک ردِّعمل کے طور پر سامنے آتا ہے۔ "الف لیلہ" میں عرب ثقافت کا رنگ غالب نظر آتا ہے لیکن اس میں پنجاب سے ایران اور پھر ایران سے عرب پہنچنے والی کہانیاں بھی موجود ہیں۔

دلچسپی اور تجسس "الف لیلہ" کے پلاٹ کی ایک نمایاں خوبی ہے، اگرچہ "الف لیلہ" میں تخیل کی فراوانی ہے مگر رتن ناتھ سرشارؔ نے اپنی فنی مہارت کی بدولت اس تخیل میں بھی ربط و تسلسل قائم رکھا ہے۔ داستان میں ہر طبقے کی نمایندگی ملتی ہے جن میں مزدور اور بادشاہ سے لے کر نوکر، جن و پری اور بھوت پریت کے ساتھ جانوروں کی حکایات کو بھی اِس انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ ان سے تخلیق کردہ ماحول میں اجنبیت محسوس نہیں ہوتی۔ دراصل سرشارؔ نے غیر حقیقی کرداروں کو بھی حقیقت کا روپ دیا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ ہم اِن کو مجسم دیکھ سکتے ہیں۔

طوالت، داستان کی خوبی ہے جس کے لیے قصہ در قصہ یا ضمنی کہانیوں کے بیان کی تکنیک اختیار کی جاتی ہے۔ "الف لیلہ" کے پلاٹ کی ساخت میں ضمنی کہانیوں اور اصل کہانیوں کا آپس میں ربط برقرار رہتا ہے۔ اصل قصے کا تعلق، اگرچہ ضمنی قصوں سے برائے نام ہی کیوں نہ ہو، پھر بھی ہر قصہ، قصہ در قصہ چلتا رہتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے بات سے بات نکلتی ہے۔ اِس عمل میں باہمی ربط اور تسلسل کے ساتھ ساتھ تناسب اور موزونیت کا عمدہ امتزاج ملتا ہے۔ "الف لیلہ" میں واقعات کے اِس خوبصورت تسلسل اور منطقی ربط کو، ڈاکٹر سہیل بخاری نے یوں بیان کیا ہے:

"واقعات کی ترتیب، تنظیم و تکمیل اس قدر سلیقے، اہتمام، تناسب اور موزونیت کے ساتھ کی گئی کہ اس سے بڑھ کر ناممکن معلوم ہوتی ہے۔ مواد کے استعمال میں مؤلف نے جو توازن اور اعتدال برتا اس کی مثال دوسری جگہ محال ہے۔"(۲)

پنڈت رتن ناتھ سرشارؔ نے واقعات کے بیان میں، ربط و تسلسل کے استحکام کے ساتھ؛ دلچسپی، روانی، تجسس، دلکشی اور لطافت کی معراج پیدا کی ہے کہ قاری کی توجہ ایک لمحے کے لیے بھی کہیں اچکتی اور اٹکتی نہیں، کوئی چیز اس کو روکتی نہیں۔ ہاں مگر ایک خوش گوار حیرانی میں مبتلا ضرور کرتی ہے جس کے باعث دلچسپی میں اضافہ ہوتا ہے۔

داستان کے بیان میں، کرداروں کی اپنی ایک اہمیت ہوتی ہے ۔'الف لیلہ' میں سرشارؔ نے ایسے خوبصورت اور جاندار کردار پیش کیے ہیں جو خود اپنی شناخت بن جاتے ہیں، یہی سرشارؔ کی کردار نگاری کا فن ہے جس کو انھوں نے بڑی مہارت کے ساتھ برتا ہے۔ ان کا تخلیق کردہ ہر کردار، اصل معلوم ہوتا ہے۔ "الف لیلہ" کی بنیادی کہانی، سلطان شاہ زمان اور شہریار کی بے اطمینانی اور مایوسی سے شروع ہوتی ہے۔ اس کے بعد شہرزاد کی کہانی سے آگے بڑھتی ہے جو کہ وزیرزادی تھی، اس کا اپنے ملک، اپنے شہر اور قوم کی عورتوں کو بچانے اور بادشاہ کے دل سے عورتوں کے لیے کینہ، بغض اور انتقام کی

آگ کو ختم کر کے اسے مطمئن کرنے کے لیے سارا بوجھ اپنے سر لینا، مصائب جھیلنا اور ان کا علاج کرنے کی زور دار خواہش و لگن چھپی ملتی ہے۔ شہر زاد نے بادشاہ کی آنکھوں اور کانوں کے سامنے تین بچے جنے اور اپنے کردار کی کملیت سے ثابت کر دیا کہ انسان کے پاس ہر قسم کی گنجائش موجود ہوتی ہے۔ خواہ گناہ کے دلدل میں پھنس کر اپنی عزت و ناموس کے ساتھ ساتھ اپنی جان گنوا دے اور چاہے تو دامن تر کیے بغیر قعرِ دریا سے نکل آئے۔

اس داستان میں جہاں وزیروں اور بزازیوں کو لوٹنے والی خادمائیں ہیں اور ماماؤں کے ذریعے راہ گیروں کو گھیر نے اور لوٹنے والی وزیر زادیاں ہیں، وہاں دور اندیش شاہزادیاں، باوقار بیگمات اور انیس الجلیس کنیزیں بھی شامل ہیں۔ سرشارؔ نے کرداروں کو اور واقعات کو حقیقت کا روپ دے کر ان کا تعارف اس انداز میں پیش کیا ہے کہ یہ ہمیشہ آنکھوں کے سامنے جیتی جاگتی تصاویر بن کر پھرتے ہیں اور دیکھا جائے تو ان کرداروں کی خوبیاں اور خامیاں ہمیں اپنے اِرد گرد بے شمار نظر آتیں ہیں جن سے انکار نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اچھے اور بُرے لوگ ہر جگہ موجود ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر سہیل بخاری، سرشارؔ کی کردار نگاری کی مذکورہ خوبی کو اِس طرح بیان کرتے ہیں:

> "شاہ سے لے کر گداتک اور سرمایہ دار (خواجہ) سے لے کر مزدور (حمال) تک سب کے سب ایسی زنجیر میں منسلک ہیں کہ ان میں ذرا سی دیر کے لیے بھی اجنبیت و مغائرت، یا طبقاتی کشمکش محسوس نہیں ہوتی۔" (۳)

داستان میں مذکور بادشاہ؛ بہت دولت مند، طاقت ور اور کانوں کا کچا ہوتا ہے، اصل اور نقل میں تمیز نہیں کر سکتا، کیوں کہ دولت کی موجودگی ذہانت کی دلیل نہیں۔ وہ بادشاہ بھی وزیر کی باتوں میں آکر اپنی جان گنوا دیتا ہے اور جو اس کے ساتھ مخلص ہوتا ہے وہ اس کو نظر انداز کرتا ہے۔ بادشاہ کے پاس اتنی صلاحیت ہی نہیں ہوتی کہ وہ اپنے محسن کو پہچان سکے۔ وزیر کی باتوں میں آکر وہ حکیم دوبان کو مارنے کا حکم دیتا ہے۔ اس کا خیال ہوتا ہے کہ حکیم نے اس کو کوئی دوائی تو کھانے کو دی نہیں، اگر کچھ سنگھا کر مار دیا تو وہ مر جائے گا۔ وزیر اس کو ورغلاتا ہے اور وہ اس کی باتوں میں آجاتا ہے کیونکہ صحت مند ہونے کے بعد بادشاہ حکیم دوبان کو اپنا مقربِ خاص بنالیتا ہے اور اس کو بہت سے انعام و کرام سے نوازتا ہے۔ وزیر کو اس سے حسد ہونے لگتا ہے اور وہ بادشاہ کے کان بھرتا ہے، بادشاہ اس کی باتوں میں آجاتا اور اس کا سر کٹوا دیتا ہے۔

پہلے قلندر کی کہانی میں پہلا قلندر جو ہمیں نظر آتا ہے وہ ایک آنکھ سے کانا ہے اور اپنی کہانی بیان کرتا ہے۔ یہ ایک بادشاہ کا بیٹا ہوتا ہے، اِس کا چچا بھی بادشاہ ہی ہوتا ہے۔ وہ قلندر تمام علوم میں ماہر ہوتا ہے۔ اس کے کردار میں ہمیں ایسا انسان ملتا ہے جو کہ کوئی سنگین غلطی بھی نہیں کرتا لیکن حالات کچھ ایسے ہو جاتے ہیں کہ وہ بادشاہ کا بیٹا ہوتے ہوئے بھی غیر محفوظ اور بے آسرا ہو جاتا ہے۔ اس میں اس کی سادگی اور معصومیت بھی نظر آتی ہے کہ وہ پے در پے مصیبتوں کا شکار ہوتا ہے اور اپنی آنکھ بھی گنوا بیٹھتا ہے۔ اس کے ملک کا وزیر، اس کے باپ کے ساتھ دھوکہ کرتا ہے اور تمام سلطنت پر قبضہ کر لیتا ہے۔ آخر کار وزیر کو اس پر رحم آجاتا ہے اور وہ اس کو چھوڑ دیتا ہے۔ وزیر قسم کھاتا ہے کہ وہ اس کو قید نہیں کرے گا اور نہ اس کی جان لے گا۔ شاید یہ اس کی سادگی اور سچائی ہی تھی کہ وزیر اس پر رحم کھا چھوڑ دیتا ہے۔

داستان میں موجود، دوسرے قلندر کا کردار، بہت سی مشکلات کا سامنا کرتا ہے حالانکہ وہ بھی بڑے رئیس باتوقیر کا بیٹا ہوتا ہے۔ علم و ہنر کا ماہر ہے، خوشنویس ایسا ہے کہ کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا، لیکن شاید سکون اس کا مقدر نہیں ہے، عیش و آرام کی زندگی زیادہ دیر تک اس کے پاس نہیں دیتی۔ بادشاہ اِس کو بلاتا ہے اور اپنے دربار کا حصہ بناتا ہے۔ وہ قزاقوں کے ہاتھ لٹتا ہے۔ پھر ایک جن اس کو بندر بنا دیتا ہے، لیکن اپنی خوشنویسی کی وجہ سے وہ بادشاہ کے دربار میں پہنچ جاتا ہے جہاں پر اس کی بہت واہ واہ ہوتی ہے۔ بادشاہ کی بیٹی اس کو اپنے جادو کی وجہ سے بندر سے انسان بناتی ہے لیکن خود جادو کا مقابلہ

کرتے ہوئے مر جاتی ہے۔ بادشاہ اس کو وہاں سے بھی جانے کا حکم دیتا ہے۔ آخر کار وہ قلندر کا روپ دھار کر وہاں سے آجاتا ہے اور شہروں شہروں پھرتا ہے۔

تیسرے قلندر کا کردار ان پہلے دونوں سے بھی بڑھ چڑھ کر ہے۔ وہ بھی صاحبِ تخت و تاج کا بیٹا تھا۔ اس کا ملک سمندر کے قریب تھا، بہت سے جزیرے اس کے پاس تھے، بہت سے بحری جہازوں کا وہ مالک تھا۔ وہ ایک دفعہ سفر کا ارادہ کرتا ہے راستے میں موسم خراب ہو جاتا ہے اور جہاز ٹکر کھا کر تباہ ہو جاتا ہے، پھر ایک بزرگ اس کو خواب میں ملتے ہیں اور اس کو ایک کشتی کے آنے کی خبر دیتے ہیں اور اس کو "بسم اللہ" پڑھنے سے منع کرتے ہیں۔ یہاں اس سے غلطی ہو جاتی ہے اور وہ بسم اللہ پڑھ لیتا ہے اور بہت سی مشکلات کے بعد ایک جگہ پر پہنچتا ہے وہاں اس کے ہاتھوں ایک سوداگر کے بیٹے کا قتل ہو جاتا ہے، وہاں سے وہ پھر سفر پر روانہ ہوتا ہے۔

اِس کے کردار میں ہمیں یہ بات واضح طور پر محسوس ہوتی ہے کہ وہ صاحبِ عقل ہوتے ہوئے بھی ہر جگہ پر کم عقلی کا ثبوت دیتا ہے اور نافرمانی کر جاتا ہے جس کی اس کو سزا بھگتنا پڑتی ہے۔ بہت سی جگہوں پر اس کو کسی حرکت سے منع کیا جاتا ہے تو وہ اس کو سنجیدہ نہیں لیتا بلکہ عام سی بات سمجھ کر غلطی کر جاتا ہے اور نقصان اٹھاتا ہے۔

حکیم دوبان ایک مشہور و معروف حکیم ہے جو کہ بہت ذہین ہے۔ اس کی مسیحائی کے جھنڈے گڑے تھے اس کے عہد کے اطباء اُس کا نام سن کر کان پکڑتے تھے اور زانوے ادب تہ کرتے تھے۔ اس کو "حاذقِ دوالال" اور "مسیحائے زماں" کہتے تھے۔ "الف لیلہ" کی رات نمبر ۱۱، جلد اوّل، صفحہ نمبر ۸۵ پر اِس کا ذکر ہے۔ حکیم دوبان بادشاہ کا علاج کرتا ہے جس کو جذام کا لاعلاج مرض لاحق ہے اس کا علاج کرنے کا طریقہ بھی نہایت نایاب ہوتا ہے اس کے علاج سے بادشاہ ٹھیک ہو جاتا ہے۔ بادشاہ اس کو اپنا مقربِ خاص بنالیتا ہے اور اس کو بہت سے انعامات اور خلعتِ سلطانی سے نوازتا ہے۔ بادشاہ کے وزیر کو یہ بات برداشت نہیں ہوتی تو وہ بادشاہ کے کان بھرتا ہے کہ حکیم دوبان اس کو مار دے گا۔ دوسری طرف حکیم پورے مخلصانہ انداز میں اور نیک نیتی سے بادشاہ کا علاج کرتا ہے۔ یہاں ہمیں حکیم دوبان کی ذہانت واضح نظر آتی ہے کہ کس طرح وہ بادشاہ کو قائل کرتا ہے کہ جب اس کو مارا جائے تو اس کا سر تن سے جدا کرنے کے بعد ایک طشتری میں رکھا جائے اور ایک دوائی ڈالی جائے۔

شمس الدین کا کردار ہمیں ایک جلد باز اور ناعاقبت اندیش انسان کے روپ میں رات: ۷۲ کی کہانی میں ملتا ہے۔ شمس الدین ایک معمولی سی بات پر اپنے چھوٹے بھائی سے ناراض ہو جاتا ہے۔ ابھی تک دونوں کی شادی کا رشتہ بھی نہیں طے ہوا ہوتا کہ وہ بچوں کی شادی اور رشتے کو لے کر آپس میں ناراض ہو جاتے ہیں۔ دونوں میں لڑکا اور لڑکی کے نکاح اور جہیز کی بات پر تکرار شروع ہوتی ہے اور بھائی بھائی میں جدال و پیکار تک پہنچ جاتی ہے۔ شمس الدین اپنے بھائی سے ہر بات منوانا چاہتا ہے۔

نورالدین کا کردار ایک حساس انسان کے طور پر نظر آتا ہے جو کہ وقتی طور پر تو اپنے بھائی سے ناراض ہو جاتا ہے لیکن بعد میں بہت پریشان رہتا ہے اور اپنے بھائی کی خواہش کا احترام کرتا ہے اور اپنے بیٹے کی شادی اس کی بیٹی سے ہونے پر بہت خوش ہوتا ہے۔ اپنی بھابی کو بھی ڈھونڈ کر اس کے پوتے سے ملواتا ہے۔ وہ ایک ذمے دار انسان نظر آتا ہے جو اپنی غلطی کا احساس ضرور کرتا ہے۔ اپنی موت کے وقت وہ اپنے بیٹے کو بھی شمس الدین کے بارے میں بتاتا ہے یہاں پر ہمیں دونوں بھائیوں میں وہی روایتی محبت نظر آتی ہے جو ہمارے مشرقی نظامِ اقدار سے متعلق ہے۔ وہ اپنے آخری وقت میں ایک کاغذ پر تمام تفصیلات لکھ کر اپنے بیٹے حسن بدرالدین کے حوالے کرتا ہے اور کہتا ہے کہ چچا سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہنا۔

بدرالدین حسن ہمیں ایک نہایت خوبصورت جوان کے کردار میں نظر آتا ہے جو کہ انتہائی خوبصورت ہے۔ یہ نورالدین کا بیٹا ہے اور شمس الدین کی بیٹی سے اس کا نکاح ہوتا ہے اس کی مثال ہمیں رات ۷۵، جلد اوّل، صفحہ: ۶۵۲ پر ملتی

ہے۔ حیرت تھی کہ انسان ہے یا کہ بچی حورِ جناں، روکشِ حسن علماں، ہر کوئی اس کو تعریف کی نظر سے دیکھتا ہے، پریاں تک اس کے حسن پر فدا ہوتی ہیں۔ سرشار اس کی خوبصورتی کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"سبحان اللہ، سبحان اللہ، کیا صورتِ زیبا دیکھنے میں آئی ہے، اللہ نے خود اپنے دستِ قدرت سے یہ صورت بنائی ہے۔"(۴)

حَسن کی شادی، حسن اتفاق سے اپنے چچا کی بیٹی سے ہی ہوتی ہے جو کہ انتہائی خوبصورت ہے۔ دونوں کی شکلیں کافی حد تک ملتی ہیں۔ صرف ایک رات کے لیے وہ آپس میں ملتے ہیں اور پھر بچھڑ جاتے ہیں۔ حسن ایک نان بائی کے پاس پہنچ جاتا ہے جو کہ اس کو اپنا بیٹا بنا لیتا ہے اور وہ اس کے ساتھ کام کرنے لگتا ہے۔

عجیب حسن، بدرالدین کا بیٹا ہے۔ اس کا کردار ہمیں رات ۴۸ میں ملتا ہے۔ عجیب حسن جو کہ حسن بدرالدین کا بیٹا ہے، انتہائی خوبصورت جوان ہے جس نے اپنے باپ کو دیکھا نہیں ہے، اس کی جدائی اس کو بہت پریشان کرتی ہے۔ وہ ہو بہو اپنے باپ کے حسن کے مطابق ہے۔

"سب کی رائے تھی کہ تناسب اعضا اور نک سک اور جمال مبین میں یہ لڑکا اپنے باپ کے قدم بہ قدم ہو گا۔"(۵)

اس کے کردار میں ایک حساس جوان سامنے آتا ہے جس کو لوگ اس کے باپ کا نام نہ جاننے کا طعنہ دیتے ہیں، اس بات کو وہ بہت محسوس کرتا ہے۔ اس نے اپنے باپ کو دیکھا نہیں ہوتا، وہ اس سے ملنا چاہتا ہے۔ ایک دن وہ اپنے ہم مکتبوں سے بھی اس بات پر ناراض ہو جاتا ہے وہ اس کو اس کے باپ کے نہ نظر آنے پر تنگ کرتے ہیں، اس کو تو اپنے باپ کا نام بھی معلوم نہیں ہوتا، وہ اپنی ماں کے ساتھ مل کر بہت روتا ہے۔ اس کا نانا شمس الدین اس کو ساتھ لے کر حسن بدرالدین کی تلاش میں نکل پڑتا ہے اور آخر کار وہ اس کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہوتے ہیں، دوسری طرف حسن بھی اپنے بیٹے کو دیکھ کر کشش محسوس کرتا ہے اور آخر کار اس راز سے پردہ اُٹھ جاتا ہے کہ حسن ہی عجیب کا باپ ہے۔

کوزہ پشت کردار ایک مزاحیہ کردار کی شکل میں ہمیں رات ۷۷ میں ملتا ہے۔ کوزہ پشت کو بادشاہ سزا کے طور پر شمس الدین کی بیٹی سے نکاح کے لیے بھیجتا ہے۔ کوزہ پشت بھی بے وقوف بن جاتا ہے اور وزیر کی بیٹی سے شادی کے لیے تیار ہو جاتا ہے، جبکہ دُلھن، انتہائی خوبصورت دوشیزہ ہوتی ہے۔ اس کی بے وقوفی اس بات سے ہی ظاہر ہو جاتی ہے کہ کہاں وہ کبڑا اور کہاں وہ حسین و جمیل وزیرزادی۔ وہ اپنی اس خوشی میں کہ اس کی شادی خوبصورت لڑکی سے ہو رہی ہے کسی اور بات کی طرف وجہ ہی نہیں کرتا اور آخر کار بیوقوف ہی بنتا ہے اور عفریت سے ڈر کر چلا جاتا ہے۔

جوانِ رعنا شمائل کا کردار ایک خوبصورت نوجوان کا کردار ہے جو کہ بہت خوبصورت ہے۔ خوبصورتی کے ساتھ ساتھ وہ مالدار بھی ہے اس کی مثال ہمیں رات: ۱۰۲ میں ملتی ہے۔ اس جوان کا ایک ہاتھ کٹ جاتا ہے۔ پریشانی کے عالم میں اس سے چوری کا جرم سرزد ہو جاتا ہے جس کی پاداش میں اس کو ہاتھ کی قربانی دینی پڑتی ہے، لیکن اس کی نیت صاف ہوتی ہے۔ ایک دفعہ دولت کھونے کے بعد دوبارہ حاصل کر لیتا ہے اور دوسروں کی مدد بھی کرتا ہے، اس کو ایک خوبصورت زہرہ تمثال سے محبت ہو جاتی ہے۔

تاج الملوک خاران کا کردار ہمیں رات ۹۸، جلد دوم میں ملتا ہے۔ یہ ایک مضبوط حوصلے اور محبت کرنے والا کردار ہے۔ تاج الملوک سلیمان شاہ کا بیٹا ہے جو کہ بہت خوبصورت اور ہر فن مولا ہے، اس کو سیاحت کا بھی بہت شوق ہے۔ تاج الملوک ایک بہادر اور سچا انسان ہے، طرح طرح کے پاپڑ بیلتا ہے کہ اس کو شہزادی دنیا مل جائے۔ وہ بہت ثابت قدمی سے اپنی محبت حاصل کرتا ہے۔ شہزادی دنیا کے دل سے مردوں کے خلاف جو نفرت ہوتی ہے وہ بڑی ذہانت سے اس نفرت کو محبت میں بدل دیتا ہے اور آخر کار کامیاب ہوتا ہے۔ تاج الملوک کا کردار، انتہائی مضبوط، مستقل مزاج اور پختہ ارادے کا مالک ہے۔ سرشار، اس کے کردار کا بیان اس طرح کرتے ہیں:

"عشقِ جنوں خیز کی شورش انگیزی اور تاج الملوک کے رخسارِ تاباں اور قامتِ ہی سروبالا اور رعنائی کج ادائی نے وہ رنگ اثر جمایا کہ شہزادی نے عقل و صبر سے ہاتھ دھویا اور اس درجہ مفتون اور لیلائے حسن کی مجنوں ہوئی، ملول و مخزن ہوئی کہ اس کی جدائی از بس شاق گزری۔"(٦)

عزیز کا کردار رات:۱۹۱، جلد دوم میں ہے۔ یہ ایک ایسا کردار ہے جو کہ اپنی زندگی میں دو تین عورتوں سے بے وفائی کرتا ہے۔ وہ کسی کے ساتھ بھی زیادہ مخلص نظر نہیں آتا۔ اس کی چچازاد بہن جو کہ اس سے سچی محبت کرتی ہے اور اس کے لیے اپنی جان تک دے دیتی ہے وہ اس کی بھی پروا نہیں کرتا کہ وہ کس خندہ پیشانی سے اس کے عشق کی داستان سنتی رہی اور اس کو اچھے اچھے مشورے دیتی رہی، اس کو شعر یاد کرواتی رہی لیکن اس کی موت بھی اس کے دل میں کوئی جذبہ پیدا نہیں کرتی۔ وہ اُس عورت کو بھی دغا دیتا ہے جو کہ اس کے بیٹے کی ماں ہوتی ہے۔ اس سے وعدہ کر کے آتا ہے کہ رات کو واپس آجائے گا لیکن واپس باہر آکر اپنی سابقہ محبوبہ سے ملتا ہے اور اپنا وعدہ بھول جاتا ہے۔

غنیم ابنِ ایوب کا ذکر ہمیں رات:۱۷۰، جلد دوم میں ملتا ہے۔ غنیم ابن ایوب، ایک سوداگر کا بیٹا ہے۔ وہ عشقِ جنوں خیز کا شکار ہوتا ہے اور بہت پریشانی اُٹھاتا ہے لیکن وہ ایک دیانت دار شخص کا کردار ہے اس کو خلیفہ کی لونڈی سے محبت ہو جاتی ہے جو کہ اتفاقیہ طور پر اس کو ملتی ہے لیکن جب اس کو اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ وہ خلیفۂ وقت کی معشوقہ ہے، وہ اس کو عزت سے کہتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ محبت نہیں کر سکتا کیوں کہ وہ کسی اور کی ہے، وہ اس کی عزت میں بٹہ نہیں لگاتا، حالا ل کہ وہ تین ماہ تک اکٹھے ایک گھر میں رہتے ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اس کے دل میں اس کی محبت پلتی رہتی ہے۔

وزیر الفضل ابن خاقان کا کردار ہمیں رات:۸۴۱، جلد دوم میں ملتا ہے۔ یہ کردار ایک ایسے وزیر کا کردار ہے جو کہ مرتے دم تک اپنے سلطان سے وفاداری کرتا ہے۔ اس کی نیت صاف ہوتی ہے اور سب لوگ اس سے بہت خوش رہتے ہیں۔ لوگ اس کو اپنا سرمایۂ ناز سمجھتے اور اس کی عمر درازی کی دُعا کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسا کردار ہے جو کہ پورے قصہ میں ہر دل عزیز نظر آتا ہے۔

وزیر المعین کا کردار ہمیں رات:۸۴۱ میں ملتا ہے۔ یہ ایک منفی کردار ہے جو کہ ہمیشہ دوسروں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ شکایتیں کرتا ہے، سلطان سے اپنا فائدہ حاصل کرتا ہے۔ لوگ اس سے بہت ناراض رہتے تھے۔ وہ نورالدین کے ساتھ بھی بہت برا کرتا ہے، اس کو پھانسی دینے کا حکم کرتا ہے اس کو قید میں رکھتا ہے لیکن آخرکار اس کا انجام بُرا ہوتا ہے اور نورالدین کے ہاتھوں خلیفہ کے حکم سے اس کی جان جاتی ہے۔ وہ نورالدین اور اس کے باپ دونوں کا دشمن ہوتا ہے۔

نورالدین کا کردار ہمیں رات:۸۲۱، جلد دوم میں ملتا ہے۔ یہ ایک بہت خوبصورت کردار ہے جو وزیر کا بیٹا ہے، انتہائی خوبصورت اور عاشق مزاج نوجوان ہے۔ سرشار اس کردار کی بابت لکھتے ہیں:

"اب سنئے کہ وزیر الفضل کے ایک نورِ بصر بخت جگر فرزندِ دلبند تھا، حسن و جمال میں بدر و ہلال سے بھی وہ چند تھا۔"(٧)

اس کو ایک لونڈی سے عشق ہو جاتا ہے جس سے اس کا باپ نکاح کروا دیتا ہے اور تاعمر اس کے ساتھ مخلص رہنے کا وعدہ کرتا ہے اور نوالدین اپنے وعدے پر قائم بھی رہتا ہے۔ باپ کے مرنے کے بعد وہ بے دریغ اپنی دولت لٹاتا ہے اور اس کے پاس کچھ نہیں بچتا۔

کبڑے کا کردار ایک مزاحیہ کرارہے جس کا ذکر رات:۸۹ میں ہے۔ کوزہ پشت، بادشاہ کا مسخرہ تھا اور بڑا ظریف، خوش طبع، بذلہ سنج اور مرنجاں مرنج طبیعت تھا۔ جو کوئی اس کو دیکھتا، تروتازہ ہو جاتا۔

"اس کوزہ پشت کی قطع ایسی انوکھی تھی کہ انسان چاہے کیسے ہی غیظ و غضب میں ہوتا، بے اختیار قہقہہ لگاتا۔"(٨)

اس کے کردار میں ہمیں بے وقوفی بھی نظر آتی ہے۔ جب درزی اور اس کی بیوی اس کو دیکھ کر ہنستے ہیں تو وہ ان کے مذاق کو نہیں سمجھتا بلکہ ان کے ساتھ ان کے گھر چلا جاتا ہے اور اس کی بیوی کے کہنے پر مچھلی کا بڑا سا پارچہ اپنے منہ میں رکھ لیتا ہے جو کہ اس کو مصیبت میں ڈال دیتا ہے۔ حالانکہ درزی کی بیوی اس کے ساتھ دل لگی کرتی ہے اور جان بوجھ کر بڑا پارچہ اس کے منہ میں ڈالتی ہے، یوں لگتا ہے جیسے وہ اس کو انسان ہی نہیں سمجھتی۔

حجام کے دوسرے بھائی الجدار کا کردار، رات ۳۳۱، جلد دوم میں ہے۔ یہ بھی ایک انتہائی بے وقوف قسم کا کردار ہے جو انتہائی جلدی بے وقوف بن جاتا ہے اور وہ بھی ایک عورت کے ہاتھوں جو اس کو اپنے ساتھ محل میں خوبصورت عورتوں کے درمیان لے جاتی ہے اور سوال کرنے سے منع کرتی ہے۔ وہ عورتیں مل کر اس کو اُلّو بناتی ہیں، اس کی داڑھی اور ابرو کا صفایا کروا دیتی ہیں۔

حجام کے تیسرے بھائی بونگ کا کردار رات: ۱۳۶ میں ملتا ہے یہ بھی ایک بے وقوف انسان ہے جو کہ نابینا ہے اور اپنی حماقت کی وجہ سے نقصان اُٹھاتا ہے اور ملک بدر بھی ہوتا ہے۔

حجام کے چوتھے بھائی، الکوز الاسوانی کے کردار کا ذکر رات: ۱۳۸ میں ہے یہ قوم کے اعتبار سے قصاب ہے اور ایک شخص کی سازش کا شکار ہو جاتا ہے جو حاکمِ وقت کے سامنے یہ ثابت کر دیتا ہے کہ یہ بکری کی بجائے انسان کا گوشت فروخت کرتا ہے۔ اس جرم کی وجہ سے اس کو خوب مار پڑتی ہے اور اس کو شہر سے نکال دیتے ہیں۔

حجام کے پانچویں بھائی الفشار کا کردار ہمیں رات: ۱۳۹، جلد دوم میں ملتا ہے۔ الفشار، مرقعِ صد حماقت و ادبار ہے۔ اس کی حرکات پر گدھوں کو بھی ہنسی آتی ہے۔ اس کے سامنے بیوقوفی بھی شرماتی ہے۔ اس کے منصوبے، شیخ چلی کے منصوبوں کو بھی شرماتے تھا اور وہ، اپنا نقصان خود اپنے ہی ہاتھوں کر لیتا ہے۔ بہت آسانی سے ایک بڑھیا کے ہاتھوں بے وقوف بن جاتا ہے۔ خیالی پلاؤ پکانا اس کا محبوب مشغلہ ہے۔

حجام کے چھٹے بھائی، شقائق کا کردار رات ۱۴۵، جلد دوم میں ہے۔ حجام کا یہ بھائی اس وجہ سے مشہور تھا کہ وہ خرگوش خرام تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد جو کچھ ملا اس کو آنکھ بند کر کے لٹایا، بعد میں غریب و مفلس ہو گیا۔ خیالی پلاؤ پکانا، اس کا بھی مشغلہ تھا اور مالا پھتیاں اُڑانا اس کا کام تھا۔ اپنی بے قوفی سے ہمیشہ اپنا نقصان کرتا ہے اور سزا بھی پاتا ہے۔

حجام کے بھائی البکبک کا کردار، رات: ۱۳۰، جلد دوم میں ہے، یہ بھی ایک انتہائی بے وقوف قسم کا کردار ہے جو ایک لونڈی کے ہاتھوں اُلّو بن جاتا ہے۔ پیشے کے لحاظ سے درزی ہے لیکن اپنے آپ کو بہت خوبصورت سمجھتا ہے اور بڑی آسانی سے چکی والے کی بیوی کے ہاتھوں بے وقوف بن جاتا ہے اس کے کپڑے بغیر اُجرت کے سیتا رہتا ہے۔ خود فاقوں مرتا ہے لیکن عشق کا بھوت ایسا سوار ہوتا ہے کہ اس سے پیسے نہیں مانگتا۔ اس کردار کی صفات ملاحظہ ہوں:

> "لاکھ خوشی کو ضبط کیا مگر ضبط نہ کر سکے۔ تنگ ظرف تو تھے ہی، فرمایا، اجی ایک ان پر کیا فرض ہے، یہاں سینکڑوں حسینوں نے پیغام بھیجے اور سینکڑوں اب بھی جان دیتی ہیں۔ ٹھنڈی سانسیں بھرتی ہوئی میرا نام لیتی ہیں۔" (۹)

زنِ پری رو کا کردار، ہمیں ایک خوبصورت اور باوفا عورت کا کردار دکھائی دیتا ہے۔ اس کا ذکر، رات: ۱۰۲ میں ملتا ہے۔ وہ خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ دولت مند ہوتی ہے۔ اس کو بھی ایک نوجوان سے محبت ہو جاتی ہے۔ یہ عورت اپنی تمام دولت اس جوان کے نام کر دیتی ہے جو اس کا خاوند بن جاتا ہے۔ وہ ہمیں ایک باوفا اور باہمت عورت کے روپ میں نظر آتی ہے کیوں کہ جب اس جوان کا ہاتھ کٹ جاتا ہے تو وہ بھی اس کے ساتھ بہت پریشان ہوتی ہے اور جب اس کی دولت ختم ہو جاتی ہے تو اپنی تمام دولت اس کے نام کر دیتی ہے۔ خود وہ بیماری میں مبتلا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے اس کی موت

واقع ہو جاتی ہے۔اس کے کردار میں ہمیں ایک مشرقی روایتی عورت نظر آتی ہے جو محبت میں اپنے خاوند پر سب کچھ قربان کر دیتی ہے اور کوئی خیالِ غلط دل میں نہیں لاتی۔

زنِ پیر کا کردار رات: ۵۰۲، جلد دوم میں ہے۔یہ ایک عمر رسیدہ مکار بڑھیا ہے جو شہزادی دنیا کو پالتی ہے۔ شہزادی ہر جگہ اس کے ساتھ جاتی ہے۔یہ بڑھیا اپنے آپ کو بہت تجربہ کار اور ہوشیار سمجھتی ہے اور شہزادی دنیا اور تاج الملوک دونوں سے تحفے اور رقم وصول کرتی ہے۔تاج الملوک کو طرح طرح کے طریقے بتاتی ہے کہ وہ کس طرح شہزادی دنیا سے مل سکتا ہے۔یہ انعام و کرام کے لالچ میں سب کچھ کرتی ہے۔شہزادی سے سزا بھی پاتی ہے لیکن اپنے کاموں سے باز نہیں آتی۔تیزی، طراری اور عیاری اس کے کردار کی اہم خصوصیات ہیں۔باتیں بنانے کے فن میں طاق ہے۔باتوں ہی سے شہزادی کو تاج الملوک کی طرف راغب کرتی ہے۔

شہزادی دنیا کا کردار رات: ۲۰۲، جلد دوم میں ہے۔شہزادی دنیا ایک ایسا کردار ہے جو مردوں سے نفرت کرتی ہے اور باپ سے کہتی ہے کہ اگر زبردستی اس کی شادی کی گئی تو وہ اپنے شوہر کو مار دے گی۔باپ بھی اس کی اس بات سے ڈر جاتا ہے اور اس کو مجبور نہیں کرتا۔

نورالہدیٰ کا کردار، ہمیں رات: ۱۹۱، جلد دوم میں ملتا ہے۔نورالہدیٰ، جس کا نام عزیزہ بھی ہے، ایک ذہین اور محبت کرنے والی لڑکی کا کرار ہے۔وہ اپنے چچازاد بھائی عزیز سے سچی محبت کرتی ہے، اِس کے لیے ہر چیز برداشت کرتی ہے، اِس کی محبت کے قصے سنتی ہے اور اس کو اپنی محبت حاصل کرنے کے بارے میں مشورے دیتی ہے۔اپنی محبت کو دل میں چھپا لیتی ہے اور عزیز کو احساس بھی نہیں ہونے دیتی کہ وہ اس سے کتنی محبت کرتی ہے۔

قوت القلوب کا کردار، رات: ۱۷۵، جلد دوم میں ملتا ہے۔قوت القلوب، خلیفۂ وقت کی معشوقہ ہے جو خاتونِ زبیدہ کی سازش کا شکار ہو جاتی ہے اور اتفاقاً غنیم ابن ایوب سے ملتی ہے جس سے اس کو سچی محبت ہو جاتی ہے۔اِس کے کردار میں ہمیں مستقل مزاجی نظر آتی ہے۔وہ خلیفہ کی قید کاٹتی ہے لیکن اپنی محبت سے پیچھے نہیں ہٹتی۔

انیس الجلیس کا کردار، رات: ۸۲۱، جلد دوم میں ملتا ہے۔یہ کردار بہت سی خوبیوں کا حامل ہے۔ایک باوفا عورت کی خوبیاں اس کے کردار میں نظر آتی ہیں۔یہ ایک لونڈی ہے جو بہت خوبصورت ہے اور بازار میں اس کی قیمت لگائی جاتی ہے، اس کو ایک وزیر دس ہزار اشرفیوں کے عوض خرید لیتا ہے۔انیس الجلیس ہر فن میں طاق ہے، نماز پڑھتی ہے، قرآن کی تلاوت کرتی ہے۔علم و ادب جانتی ہے، طب کے فن میں طاق ہے اور باجا تو ایسا بجاتی ہے کہ آہوانِ صحرا نشین سر دھنیں۔

خاتونِ زبیدہ کا کردار، جلد دوم میں ملتا ہے۔خاتون زبیدہ ایک خوبصورت، ہوشیار اور عقل مند عورت کے روپ میں نظر آتی ہے جو غلطی کرنے والے کو سزا بھی ضروری دیتی ہے۔شاہانہ مزاج ہے اور بہت ناز و نعم سے پلی بڑھی ہے۔ موقع پرست ہے اور تیز طرار بھی جو ہر دفعہ اپنے حسن کا چکما دے کر نوجوان سے مال لے آتی ہے اور پیسے بعد میں ادا کرتی ہے۔وہ اس ہوشیاری سے کام لیتی ہے کہ ارد گرد والوں کو پتہ بھی نہیں چلنے دیتی۔وہ ذہین عورت ہے اور اس کے مزاج میں غصہ بھی بے انتہا ہے کہ اپنے شوہر کو کھانا کھانے کے بعد ہاتھ نہ دھونے کی وجہ سے اس کے ہاتھ اور پاؤں کے انگوٹھے کٹوا دیتی ہے۔اس سے اس کو محبت بھی ہوتی ہے لیکن وہ جانتی ہے کہ وہ بار بار غلطی کرتا ہے اس لیے اس کو نصیحت دینے کے لیے ایسا کرتی ہے، بعد میں وہ اس کے ساتھ ہنسی خوشی رہنے لگتی ہے۔

خاتونِ جمیل المناقب کا کردار "الف لیلہ" کی رات: ۱۶ میں ملتا ہے۔خاتونِ جمیل المناقب، سمجھ دار اور درگزر کرنے والی خاتون کے طور پر نظر آتی ہے۔وہ بہت فراخ دلی سے اپنی سوتیلی بہنوں کو بہت دفعہ معاف کرتی ہے، جب کہ وہ بہنیں اس کی جان لینے کی بھی کوششیں کرتی ہیں، لیکن وہ ہر دفعہ اُن کو معاف کر دیتی ہے اور ان کو سینے سے لگا کر اپنے گھر

میں رکھ لیتی ہے۔ اس کردار میں ایک روایتی بڑی بہن نظر آتی ہے جو اپنی چھوٹی بہنوں کو سینے سے لگا کر رکھتی ہے۔ بہنیں، بار بار نقصان کرتی ہیں وہ پھر بھی اُن کو حصہ دار بناتی ہے۔ اپنی بہنوں کی دو دفعہ شادی کرتی ہے اور جب وہ خود شادی کرنے کا سوچتی ہے تو بہنیں اس جوان کو سمندر میں پھینک دیتی ہیں کہ ہماری بہن اس سے شادی نہ کرے بلکہ ہم کریں، حالاں کہ وہ دونوں عمر میں اس سے چھوٹی ہوتی ہیں لیکن عادات اور صفات میں وہ اس سے بڑی نظر آتی ہیں۔ پھر ایک واقعہ میں وہ ایک سانپ کی جان بچاتی ہے تو وہ عفریت بن کر اس کی مدد کرتا ہے اور اس کی دونوں بہنوں کو جادو کے زور سے کتیا بنا دیتی ہے کیو ں کہ وہ دونوں اس کو بھی سمندر میں پھینک دیتی ہیں اور آخر کار ان کو اس کی سزا ملتی ہے لیکن یہ بہن اُن کو پھر معاف کر دیتی ہے کہ یہ اس کی فطرت نہیں کہ کسی کو نقصان پہنچائے۔

سوداگر کا کردار ان لوگوں کی نمایندگی کرتا ہے کہ جو دوسروں کی باتوں میں آکر خود اپنا نقصان کر لیتے ہیں۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ جو کچھ نظر آرہا ہے وہی حقیقت سمجھتا ہے، اس کے برعکس اس بات تک پہنچنے کی کوشش نہیں کی جاتی کہ اصل معاملہ کیا ہے اور کسی کی بھی کہی ہوئی بات کو سچ سمجھ جاتے ہیں۔ سوداگر بھی سنی سنائی پر یقین کرتا ہے اور اپنی عقل استعمال نہیں کرتا۔ تاجر کی بیوی خوبصورت اور شاطر عورت ہے۔ میاں کو اس کی دم بھر کی جدائی بھی از بس شاق تھی۔ ایک دفعہ تاجر کو کام کی وجہ سے کسی دوسری جگہ جانے کا اتفاق ہوتا ہے۔ اس کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ اگر اس کی غیر موجودگی میں اس کی بیوی کی نیت بد ہو گئی۔ اپنی انھی سوچوں میں گم وہ ایک دن بازار جاتا ہے۔ وہاں پر بہت سے پرندے فروخت کیے جا رہے ہوتے ہیں وہ ان میں سے ایک نادر و نایاب طوطے کا انتخاب کرتا ہے، اس کو گھر لے آتا ہے۔ کچھ عرصے کے بعد وہ واپس آتا ہے۔ طوطا بتاتا ہے کہ اس کی بیوی کا کسی کے ساتھ تعلق ہے وہ روزانہ گھر آتا ہے۔ چنانچہ بیوی نے قسم کھائی کہ جب تک طوطے کو سزا نہ دلواؤں گی آرام سے نہ بیٹھوں گی۔ اتفاق سے سوداگر کو پھر باہر جانے کا اتفاق ہوتا ہے۔ بیوی موقع پا کر لونڈیوں کو حکم دیتی ہے کہ تم میں سے ایک پنجرے کے قریب چکی پیسے، دوسری پنجرے پر پانی ڈالے اور ایک جا کر آئینے کو خوب چمکائے۔ جب سوداگر گھر آتا ہے تو طوطے سے رات کا حال دریافت کرتا ہے۔ طوطا کہتا ہے کہ تمام رات بارش ہوئی، بجلی چمکتی رہی اور کسی نے میرا پنجرہ اُٹھا کر اندر تک نہں رکھا۔ کسی کو میرا خیال نہیں آیا۔ سوداگر کو طوطے کے اس جھوٹ پر بہت غصہ آیا کیونکہ تمام رات تو موسم خشک تھا، تارے چمک رہے تھے۔ سوداگر اس کو پنجرے سے نکال کر زمین پر دے مارتا ہے اور طوطا مر جاتا ہے۔ کچھ ہی عرصہ گزرتا ہے کہ ایک لونڈی کی اور سوداگر کی بیوی کی آپس میں تکرار ہوتی ہے اور لونڈی اس قدر آزردہ ہوتی ہے کہ آشنائی کا حال آقا کو کہہ سناتی ہے اور ایک روز اس آوارہ مزاج کے آشنا کو گھر سے نکلتے ہوئے آقا کو دکھاتی ہے۔ وہ تاجر اسی وقت اس مرد کو اور اپنی بیوی کو مار ڈالتا ہے اور بہت افسوس کرتا ہے کہ اس نے طوطے کی سچی باتوں پر یقین نہ کیا۔

ماہی گیر کا کردار، بہت سی خصوصیات کا سنگم ہے۔ وہ ایک انتہائی غریب و مفلس مگر قناعت پسند ہے، اس کو جتنا ملتا ہے، وہ اس پر صبر شکر کرتا ہے اور زیادہ کا لالچ نہیں کرتا۔ اگر کسی دن اس کو مچھلی نہیں ملتی تھی تو پھر بھی اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔

حجام جس کا نام السامت ہے، اِس کا کردار ''الف لیلہ'' کی رات: ۳۲۱، جلد دوم میں ملتا ہے۔ یہ ایک باتونی کردار ہے اور خوش فہمی میں رہتا ہے، جس کے گلے پڑ جاتا ہے اس کا ساتھ آسانی سے نہیں چھوڑتا ہے۔ اپنی طرف سے وہ اپنے آپ کو بہت بڑا حجام سمجھتا ہے، عقلمند اور تقریر کرنے میں خود کو بے مثل سمجھتا ہے۔ بولتے ہوئے یہ بھی نہیں سوچتا کہ دوسرے اس کے زیادہ بولنے سے پریشان تو نہیں ہو رہے۔ بڑے ماہرانہ طریقے سے ستاروں کا حساب کتاب لگا کر حجامت بناتا ہے۔

درزی اور اس کی بیوی کا کردار ہمیں رات: ۸۹، جلد دوم پر ملتا ہے۔ درزی اور اس کی بیوی دونوں شوخ اور چالاک ہیں، انھیں شاطر کہنا چاہیے جو بڑی مہارت سے ایک مرے ہوئے شخص کو اپنے گلے سے اُتار کر کسی اور کے گھر میں ڈال

آتے ہیں۔ درزی شوقین مزاج تھا اور اپنے ہم عصروں میں آمدنی کے لحاظ سے بھی فائق ہے۔ اس کو نئی نئی چیزیں دیکھنے کا بہت شوق ہے۔ وہ اور اس کی بیوی روزانہ سیر و تفریح کو جاتے اور چیزوں کے حسن و خوبصورتی سے لطف اندوز ہوتے۔ وہ کوزہ پشت کو بھی ایک مشغلہ یا مزاحیہ چیز سمجھ کر گھر لے آتے ہیں اور جب اس کے گلے میں کانٹا پھنس جاتا ہے تو کسی اور کے دروازے پر چھوڑ آتے ہیں۔ بیوی بہت زیادہ ہوشیار ہوتی ہے اور بہت عقلمندی سے اپنے میاں کو سمجھاتی ہے کہ اس کبڑے کی لاش کو کہیں اور چھوڑ آتے ہیں۔ ہوشیاری اور چالاکی ان کے کردار کی اہم خصوصیت ہے جس سے کام لیتے ہوئے وہ ایک مشکل وقت میں بڑی آسانی سے حل نکال لیتے ہیں۔ وہ ان لوگوں میں سے نظر آتے ہیں جو مصیبت میں بھی اپنے حواس بحال رکھتے ہیں۔

"الف لیلہ" کے کرداروں میں ہم کو ایک تہذیب کی عکاسی ملتی ہے۔ یہ ایسے کردار ہیں جو بے شمار احساسات اور جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ان میں ایسا جادو اور سحر ہے جو سب کو اپنا اسیر کر دیتا ہے۔ اس کا جادو قائم بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔ کیونکہ اس کی کہانیاں انسانی جذبوں کے گرد بُنی ہوئی ہیں۔ اس داستان کی تخلیق میں دنیا کے مختلف خطوں کا خمیر شامل ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ اس داستان میں ایسا اجتماع ملتا ہے جس کو مختلف ذائقوں اور خوشبوؤں کا اجتماع کہا جا سکتا ہے۔ کردار اور رسم و رواج جس جگہ کے پیش کیے گئے ہیں اسی خطے کا لمس اور خوشبو محسوس ہوتی ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) ڈاکٹر گیان چند، اُردو کی نثری داستانیں، (نئی دہلی: کونسل برائے فروغِ اُردو زبان، ص ۲۰۰۲ء)، ۱۱۰۔

(۲) ڈاکٹر سہیل بخاری، اُردو داستان، تحقیقی و تنقیدی مطالعہ، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۷ء)، ۲۰۳۔

(۳) ایضاً، ۲۰۳۔

(۴) رتن ناتھ سرشارؔ، ترجمہ الف لیلہ، (کراچی: آکسفرڈ یونیورسٹی پریس، ۲۰۱۰ء)، جلد اوّل، ۲۶۴۔

(۵) ایضاً، ۲۹۷۔

(۶) رتن ناتھ سرشار، "ترجمہ الف لیلہ" جلد دوم، ۲۷۲۔

(۷) ایضاً، ۱۳۴۔

(۸) ایضاً، ۱۔

(۹) ایضاً، ۸۵۔

References

1) Dr. Gayan Chand, *Urdu ki Nasri Dastan*, (New Delhi: Councial Baray-e Qaumi Zuban, 2002), p.110
2) Dr. Sohail Bukhari, *Urdu Dastan, Tehqeeqi-o Tanqeedi Mutali'a*, (Islamabad: Muqtadra Qaumi Zuban, 1947), p.203
3) ibid, p.2023
4) Ratan Nath Sarshar, *Tarjuma Alif Laila*, (Karachi: Oxford University Press, 2010), Volume I, p.264
5) ibid, p.297
6) Ratan Nath Sarshar, "*Tarjuma Alif Laila*" Volume II, p.276
7) ibid, p.134
8) ibid, p.1
9) ibid, p.85

❖❖❖